یہ علوم مطلق مشاہدات اور تجربات پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثلاً طبیعات (Physics) علم کیمیا (Chemistry) علم الحیوانات (Biology) وغیرہ۔ ان علوم میں قیاس کو بہت کم دخل ہے۔ مثلاً علم طبیعات میں ہم یہ تو فرض کر لیتے ہیں کہ مادہ کوئی شی ہے جس کا وجود عالم امکان میں پایا جاتا ہے لیکن اس کے بعد تمام نتائج عملی تجربات پر مبنی ہوتے ہیں اور اب تو مادہ کی تحقیق بھی تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔ غرض ان علوم میں کسی نتیجہ کے وجوہ قیاسی نہیں ہوتے بلکہ خالص عملی تجربات کے بعد معلوم کئے جاتے ہیں۔ یہ تجربات آئے دن نئی نئی تبدیلیاں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ ہر ماہر طبیعات نئے نئے کیمیاوی طریقوں سے تجربات کا مشاہدہ کرتا ہے اور نئے نئے نتیجے حاصل کرتا ہے۔ اس علم کو ہمارے جسم کے ساتھ تو ضرور تعلق ہے لیکن اس میں کوئی ایسا جزو موجود نہیں جو اس لطیف شے کی جسے ہم 'روح' کہتے ہیں تسلی کر سکے۔ یہ علم اخلاق سکھانے سے بالکل عاری ہے لہٰذا ہمیں ایک ایسے دستور العمل کی ضرورت ہے جو ہماری باطنی آلائشوں اور کدورتوں کو دور کر سکے اور ہمیں اس قسم کے افعال سکھائے جسمیں ہمارے اندر وہ جذبہ پیدا ہو جسے ہم 'روحانی مسرت' کہتے ہیں یہ ایک طویل بحث ہے جو مذہب کی ضرورت کے عنوان کے تحت میں مفصل بیان کی جا سکتی ہے۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے کہ سائنس کی تمام ترقیوں اور ضرورتوں کے باوجود مذہب ایک لابدی چیز ہے۔ آؤ اب ہم غور کریں کہ آجکل مذہب اور سائنس میں کیوں زیادہ جھگڑا ہے اور اسے کیسے مٹایا جا سکتا ہے۔

ہمارے سائنس کے مخالف اصحاب ایک بڑی فحش غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ لفظ سائنس اور فلسفہ کو ملتبس کر دیتے ہیں یونانیوں کے زمانے میں علوم کی باقاعدہ چھانٹ نہیں کی گئی تھی ایک فلسفی لازمی طور پر سائنسداں حساب داں اور منجم ہوتا تھا اور وہ کامل عالم نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ وہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل نہ کر لے یونان کے کسی بڑے حکیم کا نام لو وہ آپکو ہر فن مولا نظر آئیگا (مزید واقفیت کیلئے مقالات شبلی کی جلد اول و دوم کا مطالعہ کرنا چاہئے)۔

یونانیوں کے بعد ایک عرصہ تک علوم کی ترقی مسدود ہو گئی بالآخر خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں ان علوم کی تجدید شروع ہوئی۔ لیکن باقاعدہ کانٹ چھانٹ پھر بھی نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ ہمارے مکتبی علماء فلسفہ اور سائنس میں خاص امتیاز نہیں کرتے۔ موجودہ زمانے میں فلسفہ کا اطلاق۔ منطق۔ علم اخلاق۔ علم نفسیات اور تصوف پر ہوتا ہے۔ اور یہ ایسے علوم ہیں جن میں کافی قطع و برید کی جا سکتی ہے۔ ہر شخص اپنا نظریہ پیش کرتا ہے۔ اور اسی نظریے کی روشنی میں تمام انسانی افعال کا مطالعہ کرتا ہے۔ دراصل مذہب کا جھگڑا آجکل فلسفہ سے ہے سائنس سے نہیں۔ یہ دہریت اور اعتزال یورپ کے علم اخلاق پڑھانیوالوں کی تعلیم سے پیدا ہو رہا ہے۔ یہی وہ علم ہے جسمیں خدا کی ذات کی کنہ تلاش کی جاتی ہے جس سے بعد میں ناخوشگوار نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں آجکل کے فلسفیوں کا مقابلہ کرنا چاہئے سائنسدانوں کا نہیں۔

اب ہم عام سے خاص کی طرف رجوع کرتے ہیں اور معلوم کرنیکی کوشش کرتے ہیں کہ آیا اسلام اور سائنس میں کوئی مناقشت ہے یا نہیں۔ جہانتک میرے علم نے میری رہبری کی ہے میں تو اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام اور